

پاکستان چاہتا رہا

عائشہ خان

ڈاٹ کام

www.paksociety.com

www.Paksociety.com

میں پہلی بار دیکھ رہا تھا۔ اب پتا نہیں اس کا شمار دوستوں میں ہوتا تھا یا مریدوں میں۔

"صاحب جی گھٹا چھار ہی ہے پودوں کو پانی لگاؤں۔۔۔۔۔ یار ہنہ دوں۔"

مالی نے جلدی سے آگے بڑھ کر پوچھا تھا۔ بنا اس بات پر غور لیے میں نے اثبات میں سر ہلادیا تھا اور گاڑی کو ٹرن کر کے اس کی گاڑی کے پیچھے لگادی تھی۔

یہ سب کچھ میں نے بے اختیاری میں کیا تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ میں نے دل پر اختیار کھودیا تھا یا اس کے حسن نے مجھے گھائل کر دیا تھا۔ بس ایک تجسس تھا جو کشاں کشاں مجھے اس کے پیچھے لے جا رہا تھا۔

دو گلیاں چوڑ کر تیسری پر اس نے گاڑی اندر کے طرف موڑ لی تھی۔ میں نے گاڑی وہیں سٹریٹ کے باہر روک لی سٹریٹ اس وقت سناں تھی۔

گلاسز اس نے آنکھوں پر چڑھائے ہوئے تھے۔ اور مرر آگے کیے آنکھوں اور چہرے پر میک اپ کی تہیں جمانے لگی تھی۔ گویا خود کو میک اپ کی تہوں میں چھپانے کی سعی کی جا رہی ہو۔

مگر کیوں۔۔۔۔۔؟

وہ جو تھی وہ نظر کیوں نہیں آنا چاہتی تھی۔ یوں بہر وپ بھرنے میں اس کی کیا مجبوری تھی۔۔۔۔۔ آنسوؤں کو چھپا کر مسکرانے کی مشق کیا ضروری تھی۔ میں سوچ رہا تھا تبھی ایک دم سے ابکائی آئی تیزی سے دروازہ کھولتے ہوئے اس نے منہ نیچے کر لیا۔ میرے ذہن میں ایک جھماکا ہوا تھا۔

اور بے حد برے ہوتے دل کے ساتھ میں نے رخ موڑ لیا۔۔۔۔۔

اس کا انتہائی دلکش سراپا، جاذب نظر نقوش سب مجھے زمیں پر بکھری کندگی میں لتھڑے محسوس ہونے لگے تھے۔

میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گاڑی سٹارٹ کی اور گھر جانے والی سڑک پر ڈال دی۔

گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے میں گیٹ بند کر رہا تھا کہ مجھے اس کی سرخ گاڑی نظر آئی۔

میں سر جھٹکتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گیا۔ میرا دل انتہائی برا ہو رہا تھا۔

"ہیلوینگ بوائے۔۔۔ کہاں ہوتے ہو بھئی۔۔۔ نظر ہی نہیں آتے۔۔۔ آٹنی رخشہ ماما کے ساتھ لاؤنج میں چائے سے شغل فرما رہی تھیں۔

مجھے ہمیشہ ماما اور انکی محبت پر رشک آیا کرتا تھا کہنے کو دونوں فرسٹ کزنز تھیں لیکن آپس میں محبت بہنوں سے بھی بڑھ کر تھی۔
"آٹنی شاید آپ کی کوئی پیشینٹ آئی ہیں؟" اچانک ہی میرے منہ سے نکلا تھا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔" انہوں نے اپنی نازک سی رسٹ وائچ پر نظر ڈالی۔ پھر چائے کا آخری گھونٹ بھرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔
"صبح سے مجھے فون کر رہی تھی کہ آج ہی چیک کر لیں نئی نئی شادی ہوئی ہے اور میاں ابھی ہر گزبے بی نہیں چاہتا بتا رہی تھی کہ کئی دن سے دونوں میں بول چال بند ہے اور وہ اس کی مزید ناراضی افورڈ نہیں کر سکتی۔" ماما کی سوالیہ نگاہوں کے جواب میں آٹنی رخشہ نے وضاحت کی۔ اور پھر باہر کے طرف بڑھ گئیں۔ اور میں نخوت سے سر جھٹکتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل پڑا۔
"فرحان بیٹا۔"

"جی ماما۔" میں فوراً واپس پلٹا۔
"تمہارے پاپا شکایت کر رہے تھے اور میں خود بھی محسوس کر رہی ہوں کہ تم صرف کلینک اور گھر تک ہی محدود ہوتے جا رہے ہو۔" وہ بغور مجھے دیکھتے ہوئے فکر مندی سے کہہ رہی تھیں۔

"کل نو شاہ آپا کے ہاں ڈنر پر بھی نہیں گئے تم۔ وہ تمہارے پاپا اور مجھ پر ناراض ہو رہی تھیں کہ ہم نے جان بوجھ کر تمہیں ان سے دور رکھا ہوا ہے۔"

"مگر ماما میں نے پھوپھو کو فون پر بتایا تھا کہ میرا ایک بہت سیرینس پیشینٹ آگیا ہے۔ اور میں اس وجہ سے نہیں آسکتا۔" میں نے جلدی سے اپنی صفائی میں کہا تھا۔

"تم نے تو بتا دیا تھا بیٹا لیکن انہیں کون سمجھائے۔۔ وہ تو سو فیصد یہ سمجھتی ہیں کہ میں جان بوجھ کر بھتیجے کو ان سے دور کر رہی

ہوں۔" انہوں نے کہا اور میں نے یکدم ان سے نظریں چرائیں تھیں۔ کل تم لازمی ان کی طرف چکر لگا لینا اور ہاں آجکل تم جم نہیں جا رہے کیا؟"

"جا رہا ہوں ماما" میں نے بے حد آہستگی سے کہا۔ میں اب جلد از جلد یہاں سے ہٹ جانا چاہتا تھا۔ اس لیے پاکٹس میں ہاتھ مارتے ہوئے میں نے ادھر ادھر دیکھا۔

"موبائل میں نے جانے کدھر رکھ دیا ہے؟"

"گاڑی میں چھوڑ کر آئے ہو گے۔" میرے حسب منشا جواب آیا تھا اور میں فوراً باہر کی جانب بڑھ گیا۔ لان میں پہنچ کر دو چار لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے میں نے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

تبھی میرے سیل فون کی رنگ بجھنے لگی اور میں نے ٹراؤزر کی پاکٹ سے سیل فون کو نکالا۔

"جی پاپا" سکرین پر نظر پڑتے ہی میں نے فوراً فون ریسیو کیا۔ "کیا ہو رہا ہے بیٹا جی؟"

"کچھ خاص نہیں پاپا بس واک پر جانے کا سوچ رہا تھا۔"

"کمال ہے یار۔۔۔ تم واک پر جانے کے بارے میں بھی سوچتے ہو۔۔" انہوں نے مجھے چھیرا۔

"وہ بس۔۔۔۔ ایکچوئلی آسمان بادلوں سے بھرا ہوا ہے اور بارش بھی کسی لمحے ہونے کو ہے۔"

"تو بھئی بارش میں ہی تو واک کا مزہ آتا ہے۔ ہم تو تمہاری ایج میں بارش میں گھر پر ٹکے ہی نہیں تھے۔ زندگی کو انجوائے کرو یار۔۔۔۔۔ یہ

دن پھر نہیں آنے کے۔ اچھا سنو اپنی ماما سے کہہ دو شام کو تیار رہیں۔ ہمیں نوشاہہ کی طرف جانا ہے صبح وہ واش روم میں سلیپ ہو گئی

ہے۔ اور ہاں تم کو بھی ہمارے ساتھ جانا ہے بہت یاد کر رہی تھی تمہیں وہ۔" انہوں نے کہا اور میں نے جی اچھا کہتے ہوئے فون بند کر

دیا۔

چند لمحے میں خالی الذہنی کی کیفیت میں دور افت پر ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے بادلوں کو دیکھتا رہا پھر یو نہی خالی الذہنی کی کیفیت میں چلتا ہوا باہر نکل آیا۔

سرخ گاڑی آنتی رخشندہ کے گیٹ پر موجود تھی اور سٹیرنگ پر سردہرے "وہ" بھی۔
اس کا ہلتا وجود بتا رہا تھا کہ وہ رو رہی تھی۔ میں نے ایک نظر لمحہ بہ لمحہ گہری ہوتی گھٹا کو دیکھا۔ پھر اس کے ہلتے وجود پر ایک نگاہ ڈالی۔
شدید تلخی۔۔۔۔۔

بے انتہا کڑواہٹ مجھے اپنے اندر تک اترتی محسوس ہوئی۔

نجانے کس احساس کے تحت میں چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور ایک جھٹکے سے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔
"کیا آنسوؤں کی یہ بارش گناہ کی غلاظت کو دھونے کی صلاحیت رکھتی ہے میڈم" ایک ایک لفظ چبا کر کہتے ہوئے میری آواز دھیمی لیکن لہجے میں شعلوں کی سی تپش تھی۔

اس نے تیزی سے سر اٹھایا۔
گریہ وزاری سے سرخ ہوتی ہوئی آنکھوں میں شدید حیرانی اور سراپیمگی تھی۔ لب جانے کچھ کہنے کے لیے پھڑ پھڑا رہے تھے یا صدمے سے۔۔

"کس قدر کمزور ہوتی ہو تم لڑکیاں۔ کیسے لمحوں میں اپنے نفس کے سامنے سر ڈال دیتی ہو۔ خود کو چند میٹھے بولوں کے سامنے ہار دیتی ہو۔ نہ تمہیں خدا کا خوف نہ معاشرے کا۔ نہ دنیا کا خیال آتا ہے نہ آخرت کا۔ سرعام سنگسار کیا جانا چاہیے تم جیسی ارزاں لڑکیوں کو۔ جو اپنے لمحوں کو رنگین بنانے اور اپنے نفس کی تسکین کے لیے معاشرے میں ناسور پیدا کرتی ہیں۔

میرے ارد گرد جیسے ایک الاؤ سنگ رہا تھا۔ اور اسکی تپش نے میری سوچنے سمجھنے کی ساری صلاحیتیں سلب کر لی تھیں۔
"چپ کر جائیں آپ۔۔۔۔۔ فار گاڈ سیک" دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر وہ جیسے وحشیانہ انداز میں چلائی تھی۔ اور میں یکدم ہوش میں آ گیا۔

اگر اس نے کوئی جرم کیا بھی ہو گا تو میں کون ہوتا ہوں اس پر فرد جرم عائد کرنے والا۔ میرا اس سے کیا تعلق۔۔۔ کون سا رشتہ۔۔ کیا واسطہ تھا۔ میں اسے کیوں برا بھلا کہہ رہا تھا۔ اسے گنہگار ٹھہرانے کا۔۔۔ یوں کٹھڑے میں لانے کا مجھے کیا حق تھا۔ میں نے اپنی ازلی سرد مزاجی اور بے حسی کو معاملے سے علیحدہ کرتے ہوئے سوچا۔

پھر ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے ایک اچھٹی سی نگاہ اس پہ ڈالی۔ اس نے دونوں ہاتھ ہنوز کانوں پر رکھے ہوئے تھے۔ اور آنکھیں بند تھیں۔ آنسو قطار کی صورت میں اس کے رخساروں سے بہتے ہوئے دامن میں گر رہے تھے۔

میں نے فلموں اور ڈراموں میں تو روتی بلکتی لڑکیوں کو کئی مرتبہ دیکھا تھا مگر حقیقی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا۔ میں آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا اور پلٹ کر تھکے تھکے قدموں سے اپنے گھر کے گیٹ کی جانب چل دیا۔

ایک عجیب سی وحشت مجھے یوں حصار میں لے چکی تھی کہ کسی کل چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ لان میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے میری ٹانگیں شل ہو گئیں۔ لیکن میں جیسے شعوری طور پر بیٹھنا اور سوچنا نہیں چاہتا تھا۔

لیکن سوچ ہماری مرضی کی محتاج کب ہوتی ہے۔ میرے لاکھ دامن بچانے اور ذہن کو ادھر ادھر بھٹکانے کے باوجود پراگندہ قسم کے خیالات کی یلغار مجھے مضطرب کئے دے رہی تھی۔

تبھی اچانک مجھے پاپا کی کال یاد آئی۔

اس وقت میرا چھو پھوکی طرف جانے کا قطعاً موڈ نہیں تھا۔ اس لیے میں نے ماما کو موبائل پر پاپا کا میسج دیا اور اپنے ضروری کام سے جانے کا بتا کر گاڑی میں گھر سے نکل آیا۔ اور پھر آدھی رات تک میں سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ مگر وہ اک سوچ جس سے میں بچنا چاہتا تھا اس نے میرا ساتھ نہ چھوڑا۔

رات گئے جب میں لوٹا تو پورے گھر پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ میں کپڑے بدلے بنایوں ہی بھوکا پیاسا بستر پر گر اور جانے کب بے سدھ ہو گیا۔ صبح معمول سے کافی دیر بعد میری آنکھ کھلی۔ وال کلاک پر نگاہ ڈالی سات بج کر پچیس منٹ ہو رہے تھے۔ دل ہی دل

www.Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
میں نماز قضا ہونے پر افسوس کرتے ہوئے میں کسمندی سے کچھ دیر آنکھیں بند کیے لیٹا رہا۔ پھر اٹھ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔ روٹین کے مطابق میں ٹھیک نو بج کر تیس منٹ پر میں کلینک جانے کے لیے میں گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔

"صاحب جی باہر ایک بی بی بی آدھے گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔" چوکیدار نے مسکراہٹ دباتے ہوئے مجھے بتایا۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر گیٹ کے باہر دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

گیٹ کے باہر سرخ گاڑی میں "وہ" میری ہی طرف متوجہ تھی۔ مگر کیوں؟ کس لیے؟ وہ یہاں کیوں آئی؟ وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی ہے؟ میں اس سے کیوں ملوں؟

میں نے انتہائی ناگواری سے سوچا اور بنا اس کی طرف دیکھے تیزی سے گاڑی نکال کر لے گیا۔

یہ دیکھنے کے باوجود کہ اس کی گاڑی میرے پیچھے تھی میں نے سپیڈ ہلکی نہیں کی۔ لیکن مین روڈ پر آ کے مجھے رکننا پڑا کیونکہ اشارہ بند تھا۔ اور تبھی ایک رقت بھری التجائیہ آواز میری سماعت سے ٹکرائی۔ "بس پانچ منٹ میری بات سن لیجئے پلیز۔ خدا کے لیے۔۔۔۔۔"

میں سنی ان سنی کرنا چاہتا تھا لیکن ہر طرف سے جیسے ایک ہی صدا آنے لگی۔

خدا کے لیے۔۔۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔۔۔

میں اس صدا سے منہ نہیں موڑ سکا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ میرے پیچھے آئیے۔" خود بخود میرے منہ سے نکلا تھا۔

"بیٹھ جائیں۔" کلینک پہنچ کر میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ اور خود کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ کئی بو جھل اور ناگوار لمحے دبے پاؤں

گزر گئے تھے۔ فضا پر عجیب سا سکوت طاری تھا۔ سوائے سانسوں کی آواز کے کمرے میں کوئی آواز نہیں تھی۔

چند لمحوں بعد اس نے نہایت دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"وہ میرا فیانسی تھا چند دن بعد ہماری شادی ہونے والی تھی ساری تیاریاں مکمل تھیں کارڈ بائے جا چکے تھے۔ شادی ہال بک تھا۔ پارلر سے ٹائم لیا جا چکا تھا۔ ساری تیاری کمپلیٹ تھی صرف بارات اور ولیے کا ڈریس لینا باقی تھا۔

ایک ماہ سے وہ ملک سے باہر تھا۔ اسکی ضد تھی کہ ولیے اور بارات کا ڈریس ہم اکٹھے پسند کریں گے۔ اس لیے ابھی تک یہ دونوں ڈریس بنوائے نہیں گئے تھے۔ اور اب شادی میں چند دن رہ گئے تھے۔ جس دن وہ واپس آیا اسی دن مجھے لینے گیا۔ میرے گھر والے خاصے روشن خیال تھے۔

انہیں ہمارے اکٹھے جانے پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

اسی شام آسمان گہرے بادلوں سے اٹا ہوا تھا۔ ماما کا خیال تھا کہ آج موسم ٹھیک نہیں اس لیے ہم اگلے دن کا پروگرام رکھ لیں۔ میرا دل تو پہلے ہی جانے کیوں عجیب سا ہو رہا تھا۔ ماما کے یہ کہتے ہی میں بھی اگلے دن جانے پر زور دیتی رہی لیکن اس نے میری ایک نہ چلنے دی۔

"آئی ولیے کا لہنگا تو میں نے پسند کر لیا ہے بس ماما کو دکھانا ہے ہم یوں گئے اور یوں آئے۔" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تو ماما نے اجازت دے دی۔ کاش نہ دی ہوتی۔

وہ یوں سست روی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا جیسے ساری رات سڑک پر بتانے کا ارادہ ہو۔ اور بادل تھے کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سیاہ سے سیاہ ہوتے چلے جا رہے تھے۔ سارے رستے جیسے مہیب اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ ایک عجیب سا خوف آنکھوں کی طرح مجھے جکڑ رہا تھا۔

اور پھر۔۔۔۔۔ اسی خوف نے مجھے نکل لیا۔ اندھیروں میں ڈوبے ان راستوں نے مجھے تباہ کر دیا۔ میں کوئی کچے کردار کی لڑکی نہیں تھی۔۔۔ مجھے بہکانا اور ورغلانا آسان نہیں تھا۔ مگر جب اس نے کہا۔

"خود کو میری ضد مت بناؤ ماما۔ آدمی ضد میں آجائے تو اپنے بڑے سے بڑے نقصان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ میں تم سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ تمہارے بنا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن آج اگر تم نے خود کو میری ضد بنا لیا تو میں ہر رشتہ ابھی اسی لمحے توڑ دوں گا۔"

اسکا لہجہ کچھ اس قدر سنگین تھا کہ میں ہار گئی۔ میں اپنے والدین کو اور خود کو دنیا کی نگاہوں میں تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی۔ میں خدا سے نہیں ڈری اس کے بندوں سے ڈر گئی۔ اور جو خدا سے نہیں ڈرتا اسے قدم قدم پر بندوں سے ڈرنا پڑتا ہے۔ اس کا ادراک مجھے اگلے روز ہی ہو گیا تھا۔"

کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ خاموش ہو گئی۔ میرے کھنچے ہوئے اعصاب یکدم ڈھیلے پڑ گئے۔ اور میں بو جھل قدموں سے چلتا ہوا میز کی دوسری جانب آکر بیٹھ گیا۔

"مما تمہاری طرف آرہی ہیں۔۔۔۔۔ مجھے امید ہے تم انہیں سپورٹ کرو گی۔ آج تم جس قدر عقلمندی کا ثبوت دو گی ہماری آئندہ زندگی اسی قدر آرام سے گزرے گی۔ ورنہ ساری زندگی کرائے کے گھروں میں ہی رلتے رہیں گے۔"

شام کو جب میں اپنے آپ سے بھی بیزار تکتے میں منہ دیئے لیٹی تھی میرے موبائل پر اس کا فون آیا تھا۔ میں اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کے الفاظ انداز اور لہجہ کچھ بھی نہیں سمجھ پارہی تھی۔ اور اسی اثنا میں اس کی والدہ محترمہ تشریف لے آئیں۔ انہیں میرے جہیز میں گاڑی اور گھر چاہیے تھا۔ اور یہ مطالبہ وہ بڑے دھڑلے سے کر رہی تھیں۔ پتہ نہیں انہیں یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی کہ میرے والدین مجھے جہیز میں گاڑی اور گھر دے سکتے ہیں شاید میرے بابا کے انکم ٹیکس آفیسر ہونے کی وجہ سے۔ لیکن پھر مجھے آہستہ آہستہ یہ سمجھ آنے لگی کہ انہیں یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی؟ اور تب میں نے خود کو بہت بہلانا چاہا لیکن کسی بہلاوے کسی خوش فہمی نے میرا ساتھ نہ دیا۔ مجھے اس لمحے صحیح معنوں میں اپنے نقصان کا احساس ہوا اور اپنے زیاں کا ادراک ہوا۔ ایک لمحے کے لیے لگا کہ کوئی گہرا پاتال ہے جس میں میں نیچے گرتی چلی جا رہی تھی۔ میں نے دنیا کی نگاہ میں رسوائی سے بچنے کے لیے اللہ کی نگاہ میں رسوا ہونے اس کی ناراضگی مول لینے کو منظور کر لیا تھا۔ کیسا گھائٹے کا سودا کیا تھا میں نے۔ زیاں کا حساب لگانے کی ضرورت نہیں تھی زیاں ہی زیاں مقدر تھا یہ میں جان چکی تھی۔"

وہ چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئی۔ میں نے ایک اچلتی سی نگاہ اس کے جھکے سر پر ڈالی۔ اس نے یہ تمام باتیں سر جھکا کر ہی کی تھیں۔

"وہ ساری رات میں روتی اور اللہ سے معافی مانگتی رہی۔ پتہ نہیں اللہ نے مجھے معاف کیا تھا یا نہیں لیکن مجھے ایک فیصلے پر ضرور پہنچا دیا تھا۔ اور صبح میں نے وہ فیصلہ ماما کو سنا دیا۔ آپ جان ہی گئے ہوں گے وہ فیصلہ کیا تھا۔"

اس نے یکدم پلکیں اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور میں جو بے دھیانی میں ٹک ٹک اسے دیکھ رہا تھا ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گیا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ اس نے ابھی کیا کہا تھا میں نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ ہاں وہ کسی فیصلے کی بات کر رہی تھی۔ لیکن مجھے یہ سب جاننے کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے جو بھی سوچا جو بھی فیصلہ کیا میرا اس سے کیا تعلق؟ پھر مجھے وہ کیوں یہ رام کہانی سنارہی تھی۔ میں نے یکدم ناگواری کی ایک تیز لہر پورے بدن میں دوڑتی محسوس کی۔ اور انتہائی سرد نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

"مجھے پتا ہے آپ اس سب کو جھوٹ کے ایک پلندے کے سوا کچھ نہیں سمجھ رہے لیکن پتا نہیں کیوں رات سے میرے دل میں بار بار یہ خیال آرہا ہے کہ مجھے آپ کو وہ سب کچھ ضرور بتا دینا چاہیے آخر اس خیال نے مجھے اس قدر تنگ کیا کہ میں آپ کے گھر تک چلی گئی۔ آپ کے چہرے پر صاف لکھا ہے کہ آپ مجھے ایک انتہائی بری لڑکی سمجھ رہے ہیں۔ اور نجانے کیوں آپ کے چہرے کی یہ تحریر مجھے دکھ دے رہی ہے مگر میرے پاس اپنی سچائی ثابت کرنے اور اپنی صفائی کے لیے کچھ نہیں۔ لیکن کبھی انسان بغیر کسی گواہی کے بھی سچائی تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسے اس حادثے نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ سب برے نظر آنے والے برے نہیں ہوتے۔ لیکن میری دعا ہے کہ خدا نہ کرے آپ کو کوئی حادثہ یہ بات سمجھائے۔"

اس نے بے حد دلگیر لہجے میں کہا اور آہستگی سے اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل کو کچھ ہوا۔ اس کی سرخ متورم آنکھوں نے میرے دل میں ہلچل سی مچائی تھی۔ لیکن اگلے ہی لمحے میں نے خود کو ڈپٹتے (ڈانٹتے) ہوئے سر جھٹک دیا۔

مگر جانے کیا بات تھی کہ اسکی روتی ہوئی متورم آنکھیں میرے ذہن کی سکرین پر جیسے چپک گئی تھیں اور چونکہ میں اس کو جھوٹ اور فراڈ سمجھ رہا تھا اس لیے اپنی اس کیفیت پر سخت جھنجلاہٹ محسوس ہوئی۔ تنگ آکر میں گھنٹہ پہلے ہی کلینک سے اٹھ گیا۔

www.Paksociety.com
www.Paksociety.com
میں نے آہستگی سے لاؤنج کا دروازہ کھولا۔ میں چاہتا تھا ماما سنا منے نہ ہوں۔ اور میں سیدھا اپنے کمرے میں چلا جاؤں۔ مگر دروازہ کھولتے ہی میرا سنا ماما سے ہو گیا۔

"خیریت آج تم جلدی کیوں آگئے؟" انہوں نے پوچھا۔

کیونکہ میں بہت کم ٹائم پہلے آتا تھا۔ اور پھر میرے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی وہ ایک دم فکر مند ہو گئیں۔

"فرحان۔۔۔۔۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نہ بیٹا؟" میرا ہاتھ تھامتے ہوئے وہ پریشانی سے پوچھ رہی تھیں۔

"بالکل ٹھیک ہوں ماما۔۔۔۔۔ کوئی پیشینہ نہیں تھا اس لیے جلدی آگیا ہوں۔"

میں نے انہیں مطمئن کرنا چاہا۔

"مگر تمہارا چہرہ کیوں اس قدر اترا اتر الگ رہا ہے۔"

انہوں نے بغور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ میرے لیے ایسے ہی پریشان ہو جایا کرتی تھیں۔

وہ میری ماں نہیں تھیں لیکن میں نے کسی ماں کو ان سے زیادہ محبت کرنے والا، خیال رکھنے والا نہیں پایا تھا۔ اس وقت بھی وہ پوری

توجہ سے مجھے دیکھتی اس قدر فکر مند نظر آنے لگی تھیں کہ مجھے بے اختیار ان پر بے حد پیار آیا۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کا ہاتھ تھامتے

ہوئے اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلایا۔ وہ مطمئن نہیں ہوئیں لیکن مطمئن نظر آنے کی کوشش کرنے لگیں۔ میں اپنے کمرے کی

طرف بڑھ گیا۔

اور اس وقت میری پریشانی اور الجھن اور بڑھ گئی جب کچھ دیر شاہور لینے کے بعد۔۔۔۔۔

www.paksociety.com
ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر مختلف چینل بدلتے۔۔۔۔۔

اپنے پسندیدہ سونگ سنتے۔۔۔۔۔

کھانا کھاتے۔۔۔۔۔

ٹیلی پر ماما کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرتے۔۔۔۔۔

www.Paksociety.com
www.Paksociety.com
وہ لڑکی میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی۔ اور اسکی آنکھیں ہنوز میرے ذہن سے چپکی رہی تھیں۔

اور پھر اچانک ہی یہ پریشانی حیرت میں بدل گئی جب مجھے احساس ہوا کہ میں باقاعدہ اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔
وہ لڑکی۔۔۔۔۔

وہ بد کردار لڑکی کیا اس قابل تھی کہ میں اس کے بارے میں سوچتا۔ میں نے اپنی کیفیت پر جھنجھلاتے ہوئے غصے سے سوچا اور تبھی اچانک کسی نے میرے سامنے آئینہ رکھ دیا۔

میں خود کیا تھا۔۔۔۔۔

میری اوقات ہی کیا تھی۔۔۔۔۔

ایک بے نام و نشان شخص جس کو نہ اپنی ماں کی خبر تھی نہ باپ کی۔ اور اسے پیدا کرنے والے دو افراد کو اتنی بھی دلچسپی نہیں تھی کہ وہ خبر رکھتے کہ اس اندھیری رات میں وہ بلی کتوں کی غذا بنایا جائے یا پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ گیا۔ اگر میری قسمت نے یاوری کی تھی اور مجھے اس بے اولاد جوڑے کی جھولی میں لاڈلاتا تھا تو میں اپنی خوش قسمتی کو کوئی انعام یا اعزاز سمجھ کر اپنی اوقات بھلا بیٹھا تھا ساری پستیوں کو بھول کر خود کو ایسی بلندیوں کا باسی سمجھنے لگا۔ جہاں پر بیٹھ کر مجھے دوسروں کے خلاف فتویٰ دینے کا حق مل گیا۔ مجھے اپنا آپ کیا یاد آیا ایسے لگا جیسے کسی نے مجھے عرش سے اٹھا کے فرش پر دے مارا ہو۔ میں شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ انتہائی کرب اور اذیت سے دوچار ہو گیا تھا۔

مجھے وہ بے حد اذیت ناک اور روح فرسا لمحے یاد آرہے تھے۔ جب مجھ پر انکشاف ہوا کہ ماما پاپا میرے والدین نہیں اور میرا ان سے کوئی تعلق، کوئی رشتہ نہیں۔
www.paksociety.com

وہ موسم بہار کی ایک خوبصورت شام تھی جب میں ہارتی ہوئی ٹیم کو دو چھکوں کی مدد سے جتوا کر خوشی و مسرت سے سرشار گھر میں داخل ہو رہا تھا۔ ماما کو سر پرانہ کرنے کے خیال سے میں آہستگی سے لاؤنج میں داخل ہوا۔ کبھی کبھی جب میں انتہائی خوش ہوتا تھا تو پیچھے سے جا کر ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا کرتا اس وقت بھی میرا یہی ارادہ تھا۔ آہستگی سے لاؤنج کا دروازہ بند کرتے ہوئے میں آگے بڑھا۔

پاپامان سے گلے لگاتے۔ ماما پیار کرتی اور بلاتی تھی۔ رخشندہ آنٹی سمجھاتیں۔ لیکن جیسے ہر لمحہ ہر پل مجھے اندر سے توڑتا ہوا ریزہ ریزہ کرتا گزر جاتا تھا۔ قصور میرا بھی نہیں تھا میرے ساتھ قسمت نے مذاق ہی ایسا اندوہناک کیا تھا۔

پھولوں بھری راہ گزر پہ چلتے چلتے اگر انسان کا دامن کانٹوں سے الجھ جائے تو وہ اسے کسی طرح کانٹوں سے چھڑا سکتا ہے۔۔۔۔۔

خوشبو بھری راہ پر چلتے چلتے کسی موڑ پر کچھ آجائے اور انسان اس کچھڑ میں پھسلے اور گندگی میں لت پت ہو جائے تو وہ نہا سکتا ہے۔۔۔۔۔

لیکن جو خود ہی گندگی کی پوٹ اور گناہ کی پیدوار ہو، وہ کیا کرے۔۔۔۔۔

کیسے خود سے لگی نجاست اور غلاظت سے خود کو پاک کرے۔

کیسے خود کو پاک کرے۔۔۔۔۔

میں خود سے سوال کرتا اور کوئی جواب نہ پا کر جی چاہتا خود کو ختم کر لوں۔ مگر پھر ماما پاپا کی محبتیں میری راہ کی دیوار بن جاتیں۔

میری صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔

کالج سے آئے روز چھٹیوں کی وجہ سے میری تعلیم متاثر ہو رہی تھی۔

ماما پاپا مجھے دیکھ دیکھ کر پریشان تھے۔ میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتا لیکن یہ کوشش کامیاب نہیں ہوتی تھی۔

مگر پھر رفتہ رفتہ ماما پاپا کی بھرپور توجہ اور سائیکائسٹ کے علاج سے میری حالت سنبھلنے لگی۔ لیکن میری زندگی بالکل بدل کر رہ گئی۔۔۔۔۔

میں جو بے حد شوخ و شگ طبیعت کا مالک تھا بے حد بخیدہ ہو کر رہ گیا۔ ایک عجیب سی اکتاہٹ ہر وقت مجھ پر طاری رہتی۔ لوگوں سے ملتے ہوئے بے حد گھبراہٹ ہونے لگی۔ میں بس گھر سے کالج اور کالج سے گھر تک محدود ہو کر رہ گیا۔ اور یہ سب چیزیں آج تک برقرار تھیں۔

بہت سا وقت گزر گیا لیکن "کیسے" اور "کس طرح" یہ میں ہی جانتا تھا۔ اور آج جب مجھے وہ بتاؤقت وہ لمحے یاد آئے وہ اذیت بھی یاد آرہی تھی۔ جو میں نے اپنے دل۔۔۔۔۔ اپنے وجود پر سہی۔

اور میری رگیں اس یاد کے ساتھ ہی جیسے ٹوٹنے لگی تھیں۔ کرب سے لب بھینختے اور بالوں کو مٹھیوں میں جکرتے ہوئے میں پتا نہیں کتنی دیر کمرے میں چکراتا رہا اور آخر بے دم سا ہو کر ریوالونگ چیئر پر گر سا گیا۔ پھر وہیں جھولتے جھولتے شاید میری آنکھ لگ گئی۔

اور وہ کوئی پراگندہ خیال تھا۔۔۔۔۔ یا کوئی ڈراؤنا خواب

جس نے مجھے ہڑبڑا کر اٹھنے پر مجبور کر دیا۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں کے ساتھ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

سیاہ اندھیری رات میں جب ہاتھ کو ہاتھ سمجھائی نہ دیتا ہو۔۔۔۔۔

پاس کھڑا شخص دکھائی نہ دیتا ہو۔۔۔۔۔

ہر طرف ہیبت ناک سکوت میں ذرا سی آواز بھی خوفزدہ کرتی ہو۔۔۔۔۔

کہرنے ہر شے پر اپنا تسلط جمار کھا ہو۔۔۔۔۔

سردی اتنی کہ دانت بج رہے ہوں۔۔۔۔۔

میں دھک دھک کرتے دل کے ساتھ سنبھل سنبھل کر قدم اٹھاتا جانے کدھر جا رہا تھا۔ جب اچانک ابھرنے والی کتوں کے بھونکنے کی

تیز آواز نے خوف سے میری دھڑکنوں کو منتشر اور میرے قدموں کو منجمد کر دیا ہو۔ اور اگلے ہی لمحے میرے رونگٹے کھڑے

ہو گئے۔ وہ سفید کپڑے میں لپٹا نو مولود بچہ تھا۔ جس پر وہ کتے جھپٹ پڑنے کے لیے تیار تھے۔

کرسی کی پشت سے سرٹکا کر میں نے لمبے لمبے سانس لے کر خود پر قابو پانے کی سعی کی۔

محض ایک خواب پر ڈر جانا کیسا پاگل پن تھا۔ خود کو ڈپٹتے ہوئے میں نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر اعصاب پر شدید دباؤ تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جا کر طبیعت کہیں بحال ہوئی مگر سراب بھی بوجھل اور جسم بے جان سا محسوس ہو رہا تھا۔

میں نے وال کلاک پر نگاہ ڈالی موبائل اٹھا کر ریسپنڈنٹ کو اپنے نہ آنے کا بتایا اور نیند کی ٹیبلٹ لے کر سونے کے ارادے سے اٹھا۔ لیکن

پھر پتا نہیں کس خیال کے تحت سونے کے ارادے کو ترک کر کے بے خیالی کے عالم میں چلتا ہوا بک شلف کے پاس آکھڑا ہوا۔

اس وقت سونے کے علاوہ ذہن کو منتشر کرتی ان سوچوں سے بچنے کے لیے واحد مصروفیت مجھے مطالعہ ہی نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک ڈائجسٹ اٹھایا اور ذہن کو ہر قسم کی سوچوں سے خالی کرنے کی سعی کرتے ہوئے خود کو اس میں گم کرنا چاہا۔



اس نقطے پر تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔ اس طرف تو کبھی میرا دھیان ہی نہیں گیا۔ اور اب گیا تو مجھے اپنی کم فہمی اور کوتاہ نظری پر افسوس ہونے لگا۔

"آپ کے چہرے پر صاف لکھا ہے کہ آپ مجھے ایک انتہائی بری لڑکی سمجھ رہے ہیں۔ اور جانے کیوں آپ کے چہرے کی یہ تحریر مجھے کیوں دکھ دے رہی ہے لیکن میرے پاس اپنی سچائی ثابت کرنے اپنی صفائی کے لیے کچھ نہیں۔۔۔ لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو سچائی پر پہنچنے کے لیے کسی گواہی کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کوئی واقعہ۔۔۔ کوئی حادثہ اس کے اندر کی آنکھ کھول دیتا ہے۔ پھر وہ صرف وہ سب نہیں دیکھتا جو اسے نظر آرہا ہوتا ہے۔ بلکہ اس نظر آنے والی حقیقت کی تہہ تک بھی اس کی رسائی ہونے لگتی ہے۔ جیسے اس حادثے نے مجھے سمجھا دیا ہے کہ بعض اوقات انسان برا نہیں ہوتا لیکن برا سمجھا جاتا ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا لیکن جھوٹا کہلاتا ہے۔ کیونکہ حالات و واقعات اسے ایسا ثابت کر رہے ہوتے ہیں۔ مجھے بھی حالات و واقعات ایک بد کردار لڑکی بنا کر دکھا رہے ہیں پھر میں آپ سے یا کسی اور سے گلہ کیوں کروں۔"

وہ بے حد اداس اور دلگیر لہجہ۔۔۔۔۔

جسے سن کر میں نے سر جھٹک دیا میری سماعت سے ٹکرایا اور میرے دل میں ایک گہرا اضطراب کروٹیں لینے لگا۔

www.parksociety.com

اور سمجھتا خود کو بہت حساس تھا۔ تاسف کے گہرے احساس کے ساتھ دو آنکھیں میرے تصور کے افق پر لہرائیں۔ بھلا ان آنکھوں کا رنگ کیسا تھا۔

گہرا براؤن۔۔۔۔۔؟

www.Paksociety.com
www.Paksociety.com
نہیں شاید سیاہ۔۔۔۔؟

میں نے سوچا لیکن ٹھیک طرح سے یاد نہیں آیا تھا اور آتا بھی کیسے۔۔۔۔

اپنی بد گمانیوں میں گھرے ہوئے میں نے تو اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا اور اگر دیکھا بھی تو ان میں درد کا رنگ ہی اس قدر گہرا تھا کہ کوئی اور رنگ نظر ہی نہیں آیا۔ اور میں نے اس دکھ میں اس درد میں کچھ اور اضافہ کر دیا۔

اف۔۔۔۔۔

یہ میں نے کیا کیا۔۔۔۔؟

ایک دکھے دل کو کچھ اور دکھا دیا۔ یہ کیسی خطا سرزد ہوئی تھی مجھ سے۔ اور یہ خطا تو نہیں یہ تو جرم اور گناہ تھا۔ مگر اب۔۔۔۔۔

اب کیا ہو سکتا تھا۔ تاسف سے ہاتھ ملتے ہوئے میں نے سوچا۔

اور پھر یکدم ایک خیال نے مجھے چونکا کے رکھ دیا۔ چند لمحے میں حیران حیران اس پر سوچتا رہا۔ غور کرتا رہا۔

مگر کچھ لمحوں قبل دہرائی گئی بیتے لمحوں کی کرب ناک یاد کے بعد۔۔۔۔

سوتی جاگتی کیفیت میں دیکھے گئے اس خواب کے بعد۔۔۔۔

اور ان روئی روئی آنکھوں سے جھانکتے سچ کے ادراک کے بعد۔۔۔۔

مجھے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے اور خود کو کسی فیصلے پر پہنچانے کے لیے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہ تھی۔

ابھی مجھے بہت سے کام کرنے اور اہم مرحلے سر کرنے ہیں۔۔۔۔

www.paksociety.com
جن میں سے سب سے مشکل کام رخشندہ آنتی کو اپنا ہمارا اور ہمنوا بنانا ہے۔۔۔۔

بلکہ سب سے مشکل مرحلہ تو وہ ہو گا جب میں ہنی مون کے لیے جا کر چند سال واپس نہیں آؤں گا۔

اور اس سے بھی مشکل۔۔۔۔۔

ارے ارے مشکل مشکل کی گردان ختم کرتے ہیں۔

اس یقین کے ساتھ کہ مشکلیں ہزار ہوں اللہ کو انہیں آسان کرنے میں پل بھی نہیں لگتا۔

اور پھر جو شخص دوسروں کی راہیں آسان کرنے کی سعی کرتا ہے اس کی راہیں خود بخود آسان ہوتی رہتی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج برسوں بعد میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

جس طرح ایک دن اچانک میرے وجود، دل اور روح پر منوں بوجھ آن پڑا تھا۔۔۔۔۔

ایک ایسا بار جسے نہ میں اٹھانے کی سکت رکھتا تھا نہ اتار پھینکنے پر قادر۔ اپنی بے ذات اور بے شناخت ہونے کی اذیت ہی ناقابل برداشت تھی۔ اس پر ہر وقت اپنی حقیقت کے کھل جانے کا خوف سر پر جیسے تلوار کی طرح لٹکا رہتا۔

لیکن اتنے برسوں کے بعد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آج اسی طرح میرے تمام خدشے تمام خوف اور ہر ڈر خود بخود ختم ہو گیا ہے۔ دل میں یہ یقین جاگزیں ہے کہ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اور اللہ یقیناً مجھے عزت دینا چاہتا ہے۔ مجھ پر بے تحاشہ مہربان ہے۔

میری زندگی کا اک اک لمحہ اور اب یہ فیصلہ اس بات کا گواہ ہے۔

وہ خود لوگوں کے عیب چھپاتا اور عیب چھپانے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور مجھ سے یہ فیصلہ کروا کر اس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ مجھے

پسند کرتا ہے۔ اور اللہ جسے اپنی پسندیدگی سے نواز دے اس کے دل سے تمام خدشے اور وسوسے دور کر کے یقین و ایمان بھر دیتا

ہے۔ تمام ملال ختم کر کے سکون اطمینان مقدر کر دیتا ہے۔

شکر گزاری کے بے پناہ احساس کے ساتھ اس کے حضور جھک جانا چاہیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ختم شد ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆